بلراج بخشی کے شعری رویّے

کلیدی الفاظ: تہذیب # ثقافت # ہجرت # تقسیم # مذہبی جنون # داخلی کرب # مشاہدات ومحسوسات # ثقافتی بوقلمونیت # بین المتونیت۔

ڈاکٹر الطاف انجم
جامعہ کشمیر، حضرت بل، سرینگر

تلخیص: جموں و کشمیر کا خطہ قدرت کا ایک ثروت مند علاقہ ہے جس پر یقیناً یہاں کے لوگوں کو فخر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کی ثروت مندی میں یہاں کے خوب صورت نظاروں اور جلوؤں کو خصوصی طور پر دخل ہے۔ علاوہ ازیں یہاں کے شاعروں اور فن کاروں نے وقتاً فوقتاً اپنی فنی ہنرمندی کا ثبوت پیش کر کے اس پورے خطے کو پورے عالم میں مشہور کر دیا ہے۔ یہاں کے مفکروں کی خدمات کی شہرت چار دانگ ہے اور یہ آج اور کل بات نہیں بلکہ ہزاروں برس قبل اہلیانِ جموں و کشمیر نے عالمی سطح پر اپنی فکری اور فنی انفرادیت قائم کی ہے۔ بیسویں صدی شاعروں اور فنکاروں کی ایک کہکشاں ہمارے سامنے آئی ہے جنہوں نے اپنے اپنے میدان میں اَن مِٹ نقوش ثبت کیے۔ اسی صدی کے ربع آخر میں جو شعرائے کرام منصۂ شہود پر آئے اُن میں بلراج بخشی ایک اہم نام ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں موخرالذکر کے شاعرانہ مقام و مرتبے کے تعین کی کوشش کی جائے گی۔ اس میں خصوصی طور پر اُن کی غزلیہ اور نظمیہ شاعری کے اہم پہلوؤں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ امید ہے کہ طالبانِ علم و ادب اور محبانِ بلراج بخشی راقم الحروف کی اس کوشش کو پسند کریں گے۔

جموں و کشمیر میں اُردو زبان کے ارتقا کے اہم موڑ

یہ بات اب پایہ تصدیق کو پہنچ چکی ہے کہ ہندوستان میں جموں و کشمیر وہ

واحد علاقہ ہے جہاں اُردو زبان تمام تر رقابتوں کے باوجود نسبتاً قابلِ ذکر حد تک اپنی اساس کو قائم رکھنے میں سرفہرست ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ برصغیر کے لسانی منظرنامے پر نظر ڈالتے ہی اس خطے کی گوناگوں جغرافیائی اور تہذیبی بوقلمونی کے زائیدہ مخصوص ثقافتی مظاہر اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس خطے میں اُردو شاذ ہی کسی کی مادری زبان ہے لیکن اس کی عوامی اہمیت اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے یہ یہاں کی سرکاری زبان کے مسند پر فائض ہے۔ اہلیانِ جموں وکشمیر نے اس زبان کو اپنی سماجی اور ثقافتی ضروریات کے لیے جس طرح قبول کیا ہے اُس ضمن میں دوسری زبانیں اُردو کی ہم سری کا دعویٰ تو دور کی بات ہے، اس سے آنکھیں چار کرنے کی جسارت بھی نہیں کرسکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ سوا سو صدی میں جموں وکشمیر میں اُردو شاعری نے جو موڑ طے کیے ہیں اُنہیں دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اُردو شاعری کا ایک باضابطہ دبستان یہاں تشکیل پذیر ہوا ہے۔ آلِ احمد سرور نے ایک زمانے میں اہلیانِ جموں وکشمیر کی اُردو دوستی پر شاعرانہ انداز میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ

دلّی کے گلی کوچوں میں جب چلی لُو
کشمیر کی وادی میں چلی آئی اُردو

سرور کا یہ دعویٰ، دعوائے محض نہیں ہے بلکہ اس کی تائید جموں وکشمیر کے شعرائے کرام نے جستہ جستہ اپنے شاعرانہ وجود کو منوا کر کی ہے۔ میر غلام رسول نازکی نے اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر کہا ہے کہ

کشمیر کا رہنے والا ہوں ، اُردوئے معلیٰ لکھتا ہوں
اس دیس میں مجھ جیسا کوئی سخن ور ہو نہ سکا

اس شعر کو صرف میر غلام رسول نازکی کی شاعرانہ تعلیٰ کہہ کر ٹالا نہیں جاسکتا ہے بلکہ یہ جموں وکشمیر کے ثروت مند ثقافتی منظرنامے کا ایک معتبر حوالہ بھی ہے اور شناخت نامہ بھی۔

جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا حالیہ منظر نامہ

اس اعتبار سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جموں وکشمیر میں اُردو شاعری کا جو قافلہ سوا سو سال پہلے نکل چکا ت ہے وہ کئی اہم پڑاو؟ طے کرنے کے بعد آج اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں شعروسخن کے نت نئے برگ و بار لا رہا ہے جو نہ صرف اس خطے میں بلکہ اس کی ہمالیائی چوٹیوں کو سر کرتے ہوئے ملک اور بیرون ملک کے دوردراز علاقوں تک اپنی آواز پہنچانے میں کامیاب ہوا ہے۔ فی زمانہ اس خطے میں جو شعرا اپنی فنی ہنرمندی اور فکری بصیرتوں کے چراغ جلا کر یہاں کے ادبی منظر نامے کو روشن کررہے ہیں اُن میں رفیق راز، شبیب رضوی، شفق سوپوری، نذیر آزاد، پرتپال سنگھ بیتاب، ہمدم کاشمیری، احمد شناس، اشرف عادل کے ساتھ ساتھ بلراج بخشی کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ میں نے اس مقالے میں موخرالذکر یعنی بلراج بخشی کی شعری کائنات کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے کچھ معروضات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن میں اُن کے فکروفن کے اہم گوشوں کو منور کرنے کی سعی کی جائے گی۔

بلراج بخشی کے ادبی سفر پر ایک نظر

قارئینِ باتمکین!

اس سے پہلے کہ بلراج بخشی کے فکروفن کے گوشوں کو حتی المقدور منور کرنے کی کوشش کی جائے یہاں پر یہ بتانا لازم ہے کہ بلراج بخشی نہ صرف جموں وکشمیر کے ایک معروف اور مستند شاعر کی حیثیت سے اُردو دنیا میں اپنی شناخت منوانے میں کامیاب ہوئے ہیں بلکہ وہ اُردو زبان و ادب کے سماجی، تاریخی، لسانی اور ثقافتی پہلوؤں پر ارتکاز کرتے ہوئے کئی اہم قاموسی نوعیت کے کام سرانجام دے چکے ہیں جن میں ''اسانیات: اول'' اور ''اسانیات: دوم'' مناسب اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ کتاب اُردو زبان کے محاورات اورضرب الامثال کی تعریف وتوضیح پر مشتمل ہے جسے تہذیب و ثقافت کے قدردانوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا اور جس کی بدولت

بلراج بخشی کی قدر ومنزلت میں علمی وادبی حلقوں میں ایک خوشگوار اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔اِس مقالے میں اُن کے شعری مجموعہ ''مٹی کے موسم'' پر بحث کرنا مقصود ہے جو ۱۲۰۲ء میں منصۂ شہود پرآ کر ادبی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔

بلراج بخشی کی غزل گوئی پر ایک نظر

بلراج بخشی کی غزلیہ شاعری پر گفتگو کرنے سے قبل اِس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی اُردو غزلوں میں جہاں ایک طرف کلاسیکی رچاؤ کی لہریں اُٹھ اُٹھ کر معانی اور مفاہیم کے کناروں کو چھونے کی کوشش کرتی ہیں وہیں دوسری جانب اظہار و بیان کا بانکپن اپنی انفرادیت کا تماشا دکھاتا ہوا نظر آتا ہے۔اس باب میں اُن کے احساسِ عشق کی گرمیوں کی حدت کو قاری محسوس کیے بغیر رہ نہیں سکتا ہے

تری یادوں کا کوئی ریلا چلا آیا تھا
اشک بن کر اسے آنکھوں سے نہ بہنے دیتے

اس لیے جلتا بدن لے کے چلا آتا ہوں
تری پلکوں کے تلے چھاؤں گھنی رہتی ہے

انتظار اُس کا ، خیال اُس کا ، تمنّا اُس کی
جو خیالوں میں کہیں گلبدنی رہتی ہے

کسی نے مفت نہ بازار میں لیا مجھ کو
میں ختم ہو بھی گیا موسمِ وفا کی طرح

نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرانے لگتا ہوں
خیال اُن کا گزرتا ہے جب صبا کی طرح

دنیا کا یہ دستور گوارا نہیں ہوتا

ہم جس کے ہوئے وہ بھی ہمارا نہیں ہوتا

وہ چپ رہا تو ہوا اِس قدر ملال مجھے
کہ جاتے جاتے کئی دے گیا سوال مجھے

بسا ہوا ہوں میں پھولوں میں خوشبوئں کی طرح
ہوا چلی تو بکھر جاوٗں گا، سنبھال مجھے

کُھلی زمین میں پھل پھول جاوٗں گا اک دن
تُو اِس یقین پہ نہ گملے سے اب نکال مجھے

اِن اشعار کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلراج بخشی کا جذبہ عشق سادہ بھی ہے اور طرح دار بھی۔ جہاں وہ معشوق کی بے مروتی سے بے گانہ نہیں ہوتے وہیں دوسری طرف دستورِ عشق کی ستم ظریفیوں کو بھی گوارا کرنے میں تامل سے کام لیتے ہیں۔ وہ معشوق کی خاموش طبیعت سے نڈھال ہوکر ہر غم کو برداشت کر لیتے ہیں اور یوں وفا کی راہوں میں چل کر اپنے سچے جذبات کو غزل کی زبان میں اظہار کی دہلیز پر آ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

بلراج بخشی کے تفکیری رویّے

بلراج بخشی ہر ایک تخلیق کار کی طرح فطری طور پر حساس واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل سے اپنی تخلیقی صلاحیت کو جلا بخش کر انہیں بڑے سلیقے سے شعر کا حصہ بنایا۔ یوں اِن کی شاعری میں غمِ جاناں کے ساتھ ساتھ غمِ دوراں کا بھی پہلو نظر ا? تا ہے۔ پروفیسر کوثر مظہری نے اِن کی شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”بلراج بخشی کی شاعری زندگی کی بے ثباتی، ستم ظریفی اور انسان کی بے بسی کے ساتھ ساتھ کسی اُفق سے طلوع ہوتی ہوئی آس کی شعاوٗں کی بھی عکاس ہے۔ انھوں نے دنیا کو ایک تجربہ گاہ تصور

کرتے ہوئے آس پاس کی اُتھل پُتھل کو اپنے فکری ارتعاشات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسانی معاشرے کے تشدد آمیز رویّوں کو، محبت کی تقسیم کو، ٹوٹتی بکھرتی تہذیب کو اور منصبِ حیات سے متصادم آڑی ترچھی لکیروں کو بلراج بخشی نے اپنی تخلیقی ہنرمندی سے آرٹ کے پیکر میں ڈھالا ہے۔''[۱]

اِدھر تقسیمِ ملک کے بعد کی صورتِ حال اور اس کے دیرپا اثرات نے دوسرے تخلیق کاروں کی طرح بلراج بخشی کو شدت سے متاثر کیا ہے۔ یہاں مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ خود فرقہ وارانہ فسادات کے سمندر سے اُٹھنے والی لہروں سے بے حال ہوئے یا نہیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ اُن کے دور کا ایک عام انسان اِس کربناک صورتِ حال سے کس طرح جوجھ رہا ہے۔ انسان کی انسانیت کس طرح سیاسی پروپیگنڈے کی بنیاد پر حیوانیت میں تبدیل ہوجاتی ہے اور اِس انسان کو کس طرح اپنے ہی جیسے انسانوں کے ظلم وستم کا نشانہ بن جانا پڑتا ہے۔ بلراج بخشی نے اس درد و کرب کو اپنے اشعار میں یوں پیش کیا ہے

ہم نے مِل جُل کے جلایا ہے جو گھر، کس کا تھا
اپنی تلوار ہے، گلا اپنا ہے، ڈر کس کا تھا

ستم نئے سے نئے ہم پہ ڈھائے جاتے ہیں
کہ رونا چاہتے ہیں جب ہنسائے جاتے ہیں

حادثے اور بھی ہیں شہر میں ہونے والے
آنسوؤں کی نہ کمی ہو، کہیں رونے والے

اب کے جو کاٹنی ہے فصل لہو کی بلراج
یہ وراثت مرے اجداد ہیں بونے والے

میں تو بلراج کہ مقتول بھی ہوں، قاتل بھی

قتل میں میرے مگر دستِ ہنر کس کا تھا

رہوں صف آرا کہ گفت وشنید ہوگی کچھ
سُنا ہے اور بموں کی خرید ہوگی کچھ

اِک نئے شہر کا نقشہ نہ بنا ڈالا ہو
پھر اُجڑتے ہوئے گھر بار نظر آتے ہیں

یہ اور اس طرح کے درجنوں اشعار بلراج بخشی کے زیرِ نظر مجموعہ کلام میں جستہ جستہ نظر آتے ہیں جن میں موصوف نے انسانی رشتوں کی بے حرمتی اور ناقدری پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔صارفینی تہذیب کے عروج ،انسانی قدروں کی پامالی،غریب انسان کے مسائل کی سنگینی اور سختی نے شاعر کے تخلیقی وجدان کو جس انداز سے انگیز کیا ہے اُس سے شاعر کی حساسیت کا بھر پور تعارف ہوتا ہے

وفا،خلوص ومحبت اور اعتماد ویقین
زمین کے کون سے خطے میں پائے جاتے ہیں

قدم قدم پہ سہارے کا ہوگیا محتاج
اگر نہ تھامتا کوئی،تو میں سنبھل جاتا

اس خارجی کشمکش وکشاکش کے ساتھ ساتھ موصوف نے داخلی محسوسات و تجربات کو شعری پیکر میں ڈھال کر مناسب انداز میں سامنے لانے کی سعی کی ہے۔ ان کے داخل میں خارجی دنیا کی بے ترتیبی اور ناہمواری کا ردِعمل اپنی تمام تر صورتوں میں نظر آتا ہے۔اب یہ داخلی دنیا صرف خارجی دنیا کے معاشرتی عوامل وعناصر کا سیدھا سادا ردِعمل نہیں ہے بلکہ یہ شاعر کے تخلیقی وجدان کی بھٹی میں تپ کر کندن بن کر سامنے آتا ہے۔بلراج بخشی نے اس طرح کی صورتِ حال کو عمدہ انداز میں شعری جامہ پہنا کر پیش کیا ہے

اگر کبھی کسی صورت میں جی بہل جاتا

رُکا پڑا کوئی آنسوں ہوں میں، نکل جاتا

کئی راستے میں جہاں آ گئے
پہنچنا کہاں تھا، کہاں آ گئے

درد میرے ہیں تو آرام سے ہنسنے دیتے
تم اگر مجھ کو میرے حال پر رہنے دیتے

میرے حالات از خود بیان کرتے ہیں مجھ کو
مجھے کچھ اپنی زبان سے نہیں کہنے دیتے

ایک حالت جو تذبذب کی بنی رہتی ہے
ایک سائے سے بھی ہر وقت ٹھنی رہتی ہے

ہر ڈوبنے والا یہ سمجھ لیتا ہے آخر
تنکے کا سہارا بھی سہارا نہیں ہوتا

بلراج بخشی کے مجموعہ کلام ''مٹی کے موسم'' کا تجزیے کے دوران یہ بات خاص طور سے دامنِ دل کو کھینچ لیتی ہے کہ انہوں نے جہاں قدرے لمبی بحروں میں غزلوں کا اک وافر سرمایہ یادگار چھوڑا ہے وہیں چھوٹی بحروں میں بھی اپنی فنی ہنرمندی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

گھر آنگن سب تیرا ہو
بس اک تو ہی میرا ہو

پھر آوارہ گیت سنیں
پھر جوگی کا پھیرا ہو

اک وادی ہو نیندوں کی
اور خوابوں کا ڈیرا ہو

دھوپ کی بارش ہو لیکن
سایہ گھنا اندھیرا ہو
حیرت، خوف، خوشی بلراج
ناگن، بین، سپیرا ہو

غزلیہ شاعری کے علاوہ بلراج بخشی نے نظموں کے ذریعے بھی اپنے مافی الضمیر کو بڑی خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔اُن کی نظمیں عہدِ حاضر کے انسان کے داخلی درد و کرب اور گھٹن کا برملا اظہار ہیں، نیز سماجی، مذہبی، سیاسی اور تہذیبی خطوط پر انسان اور انسانیت کی تقسیم کو انہوں نے جان سوز قرار دیا ہے۔ان کی نظمیں اکثر مقامات پر فکر و خیال کے وسیع تجربات کی غمازی کرتی ہیں۔اُن کی نظم ''جبر'' اس ضمن میں حوالے کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے:

میں اپنے حصے کی لڑائی لڑ چکا ہوں
مگر میں ایسی لڑائیاں آج لڑ رہا ہوں
کہ جو مسلط ہوئی ہیں مجھ پر
کہ جو نہیں تھیں مری
مگر مجھ پر فرض کر دیں
معاشرے نے
معاشرہ جو کہ آ چکا تھا وجود میں
میرے پیدا ہونے سے قبل
جس سے فرار ممکن نہیں ہے میرا ۲

اس نظم میں بلراج بخشی ایک عام انسان کی اُن پابندیوں کی نشان دہی کرتا ہے جو اُس پر سماجی، تہذیبی، ثقافتی، مذہبی اور سیاسی اداروں کی جانب سے لگائی جاتی ہیں جو فی ذاتہ اُس انسان کے وجود میں آنے سے پہلے معرضِ وجود میں آ چکی ہوتی ہیں۔یعنی سماجی اور سیاسی قدغنیں انسان کی عمر سے بھی پُرانی ہوتی ہیں۔اس نظم کے

بعد کے حصوں میں شاعر نے مذہب کے نام پر ہونے والی دہشت گردی میں انسانی جانوں کے ضیاع پر کفِ افسوس ملتے ہوئے اپنی بے بسی کا شدتِ غم سے اظہار کیا ہے۔اسی طرح اس مجموعہ کلام میں شامل ایک اور نظم ''ابدی آزادی کا لمحہ'' میں شاعر نے انسان کی انسانیت سوز حرکات سے ماحول کے مسموم فضا کا نوحہ بڑی دردمندی کے ساتھ پیش کیا ہے

وہ خود ساختہ لوگ
اپنے جلو میں
صحیفوں کی بارات لے کر چلے
راستہ راستہ
اِن کے قدموں کے ماتم میں شل ہو گیا
بستی بستی میں ان سے پنہ مانگتی
روشنی کی شعائیں
شفق رنگ مخرج کو واپس ہوئیں
چاندنی چاندنی
آسماں پر ابھرتے سیہ زاد عفریت کے
لجلجے بازوؤں میں
سسکتے ہوئے کسمسانے لگی
خوابگاہوں میں سرگوشیاں
وصل کے نیم جاں مرحلوں سے گزرتی ہوئیں
لذتوں کی مقدس امانت کو
تشکیک کی آہنی قید دے کر فنا ہو گئیں
سبز سرسبز زرخیز مٹی میں
خونریزیوں کی ہری فصل نے

تحفتہً

زندگی کو

لہو بخت موسم عطا کر کے

اک بیکراں درد کے

قہقہہ زار کی حیثیت بخش دی ۳

بلراج بخشی کی نظموں میں وہ فکری اعماق جستہ جستہ جلوہ گر ہوتے ہیں جو کسی بھی شاعری کو زندہ و جاوید رکھنے کے لیے کافی وشافی ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا نظم کی معنوی تہہ داری اور طُرفگی اسے نہ صرف بلراج بخشی کی بلکہ پورے خطے کے نظم نگار شعرا میں منفرد بنا دیتی ہیں۔

بلراج بخشی کی شاعری کے فنّی عناصر اور اسلوبیاتی خصائص

بلراج بخشی کا اسلوبِ بیان سادہ ہوتے ہوئے بھی دلکش اور تہہ دار معلوم ہوتا ہے۔ اِن کے کلام کی سادگی سہلِ ممتنع کی حدوں کو چھو کر گزر رہی ہے۔ کلاسیکی شعرا کی لفظیات کو نئے اور عصری حسیت سے معمور کرنے کا ہنر بلراج کو قدرت نے خاص طور پر بخشا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام کو بین المتونی زاویہ سے پرکھنے اور جانچنے کے امکانات ان کے معاصرین کے مقابلے میں زیادہ ہیں جو انہیں معتبر بھی بناتے ہیں اور منفرد بھی۔ غالب کا مشہور شعر ہے

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا

درد کی دوا پائی ، درد بے دوا پایا

غالب کے اس شعر کا مضمون بلراج بخشی کے تخلیقی سانچے میں ڈھل کر اس طرح اظہار پاتا ہے کہ

لے آئے ہیں کچھ لوگ ہر اک درد کا درماں

ہم وہ درد لائے ہیں کہ چارہ نہیں ہوتا

مختصر یہ کہ بلراج بخشی اپنی شاعری کی بنیاد پر اُردو کے ثقافتی فروغ میں

ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور ابھی چوں کہ اُن کا تخلیقی سفر رواں دواں ہے اس لیے امید قوی ہے کہ مستقبل میں بھی وہ اپنے شعری جواہر پاروں سے دنیائے ادب کو چمکانے کی کوشش جاری رکھیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ بلراج بخشی : شاعرِ انفراد و امتیاز ،مشمولہ فلیپ ،مٹی کے موسم، اوشین پبلشنگ ہاؤس، ادھمپور، ۲۰۲۱ء

۲۔ مٹی کے موسم، بلراج بخشی، اوشین پبلشنگ ہاو؟ س، ادھمپور، ۲۰۲۱ء ، ص: ۳۳

۳۔ ایضاً، ض: ۴۴۔۴۵

نوٹ: غزلوں کے اشعار ’’مٹی کے موسم‘‘ مصنف بلراج بخشی سے ماخوذ ہیں۔

☆☆☆